جذب القلوب اور سفر نامۂ حجاز: ایک تقابل

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد

'حرمین شریفین' کی حاضری یا حاضری کی تمنا ہر صاحب ایمان کی قلبی آواز ہے 'وہ معاشرتی یا معاشی حیثیت سے اس قابل ہو تو رخت سفر باندھنے میں کوتاہی نہیں کرتا اور اگر بے زری اور بے توفیقی سدراہ بنے تو تصور کی پرواز کا سہارا لیتا ہے۔ مکہ مکرمہ اس کے سجدوں کا حوالہ ہے۔ اس مقام مبارک کو وہ دور رہ کر بھی قریب پاتا ہے کہ مشرق میں مقیم ہو یا مغرب میں 'اس کا رخ اسی جانب ہے' قبلہ اس کی جبین نیاز سے یوں پیوست ہے کہ جیسے مقناطیس سے لوہا' کہیں ڈالو' جدھر پھینکو یوں قبلہ رو ہو جاتا ہے کہ کسی غیر کی احتیاج ہی نہیں رہتی وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: ۹۷) کے فرمان نے بیت الحرام کو استطاعت و توانائی کا قبلۂ مقصود بنا دیا اور اللہ کی قید نے کعبہ کو مرکز حق نما بنادیا' اور پھر اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (الحج: ۲۷) کے اعلان نے اس بلد امین کو ایمان کا فریضہ قرار دیا تو ہر فجٍ عمیق سے قافلے جس حال میں بھی تھے راہی حرم ہونے لگے 'یوں کلمہ توحید کا اشتراک' مرکز توحید کا سفر اور ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کی یکتائی وحدت انسانیت کی پیغام بر بنی۔ امام الناس اور مسلم اول کی ذات نے اتحاد عالم کی کفالت کی 'مرکزیت کا یہ نشان دنیا والوں کو دعوت فکر و عمل دینے لگا' مختلف رنگ و روپ کے انسان مختلف وطن اور متفادت نسلیں' عادات و اطوار کا افتراق' سماجی اقدار اور معاشی حیثیت کا فرق' مگر کیا ہوا کہ ''تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے'' مختلف لباسوں میں تھے حرم کی طرف بڑھنے ہی لگے تھے کہ لباس ایک ہوا' بولیاں جدا جدا تھیں مگر قریب بھی نہ آئے تھے کہ ہم آواز و ہم زبان ہو گئے۔ پکار ایک' رخ ایک طرف' سوچ ایک' آرزوں و تمناؤں کا جھکاؤ

یک رنگ و یکساں‘ تمیز بندہ و آقا نہ رہی‘ فرق وطن و قوم نہ رہا‘ صرف ایک حوالہ کافی ہوا‘ اعمال میں یک رنگی آئی تو خیالات میں یکسوئی۔ انسانیت کا یہ بہتا ہوا دریا حدود آشنا بھی ہوا اور یک سمت بھی‘ وحدت عمل میں ڈھلی اور ایک امت ہونے کے تصور کی ترویج ہوئی.

مدینہ منورہ دوسرا حرم ہے جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی محبتوں کا امین‘ نورانیت کا مرکز اور تجلیات کے ظہور کا منبع ہے‘ اس سرزمین پر رفعت افلاک کے مکین حاضری دیتے رہے ہیں اور تا قیامت دیتے رہیں گے‘ یہ شہر کرم بھی ہے اور گوشۂ مغفرت بھی‘ درماندہ اور نکبت زدہ گنہگاروں کے لیے یہی باب رحمت ہے کہ بقول حضرت علامہ ابن حجر العسقلانی

وانْ قَنطَتْ مِنَ العصیانِ نَفسُ فَبابُ محمد بَابُ الرَّجاءِ

مدینہ منورہ کی حاضری‘ ایمان کا تقاضا بھی ہے اور قلب سلیم کی پکار بھی اسی لیے تو قافلے چلے آرہے ہیں‘ مشتاقان دید کے جذبے مہک رہے ہیں‘ عقیدت کا اک جہان مدینہ منورہ کے راستوں‘ شاہراؤں اور گلی کوچوں میں آباد ہے‘ حاضر ہونے والوں کا اضطراب احترام آشنا ہے‘ تو وہ جو ابھی راہوں میں نہیں ان کی وارفتگی پابند آداب ہے‘ وہ اس تمنا کے مصداق نہیں جو کرامت علی شہیدی کے جذبوں کی امین ہے کہ :

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کی جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

یہ بدیہی حقیقت ہے کہ وجود کا جمال جب پھیلتا ہے تو جہان جذب کو جنم دیتا ہے‘ محبت و عقیدت ایک وجود سے ہوتی ہے‘ مگر جب یہ محبت سدا بہار ہو جائے تو وہ ہر لحہ اثر آفریں ہونے لگتی ہے اور نسل‘ جغرافیہ اور تاریخ سب کو اپنے دامن میں لے لیتی ہے اور آثار واماکن میں بھی گردش کرنے لگتے ہے‘ جبکہ روح کی سرمستی بدن کو لہلہا دیتی ہے اور تصور کا جمال حرفی پیکروں میں اترنے لگتا ہے حرمین شریفین دو شہر نہیں‘ ایک ایمان کے دو مظہر اور ایک ذاتﷺ کے دو حوالے ہیں‘ کبھی مکہ مکرمہ میں آوازہ حق سننا ہے تو کبھی مدینہ منورہ پیغام بر حق کی آواز پر لبیک کہنا ہے۔ مکہ مکرمہ میں ہوں تو مدینہ منورہ میں برپا ہونے والے

انقلاب کو پھر سے نافذ ہوتا ہوا دیکھنا ہے۔ مدینہ منورہ میں ہوں تو مکہ مکرمہ کی مرکزیت کی طرف صف آراء رہنا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دونوں حرم مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز رہے۔ انسان کھنچے ہوئے آئے۔ دیدہ و دل کو منور کیا اور اس نورانیت کو سیرت و کردار میں سمو کر واپس لوٹے۔ ایسے بھی حاضر ہوئے جو صرف جذبوں کی زبان جانتے تھے مگر کچھ ایسے بھی آئے جو جذبوں کو حرفوں میں منتقل کرنے کی صلاحیت سے نوازے گئے تھے واپس لوٹے تو فراق کی چھن تڑپانے لگی حرمین شریفین میں گزارے ہوئے مہ و سال کو زبان دینے لگے۔ مہینوں میں فراق کی حرارت نے ہنگامہ بپا کیا تو حرفوں کا سہارا لیا۔ یوں داستان محبت کے کئی باب رقم ہو گئے۔ سفر نامے اسی اندرونی منظر نامے کی دلاویز حکایات ہیں ہر زبان میں لکھے گئے اور ہر کہیں تذکار دلنشیں کے حوالے بنے۔

سفر نامہ ایک روایت اور ایک ادبی صنف بھی ہے۔ ہزاروں لکھے گئے مشاہدات کو زیب قرطاس کرنا قدیم روش ہے۔ سفر ایک تجربہ ہے ایک قریبی مشاہدہ ہے سیاح کا قلم اپنے تجربے اور مشاہدہ کو قاری کے لیے قلم کے حوالے کرتا ہے تاکہ وہ بھی شریک سفر ہو جائے 'سفر ہر ایک کے بس میں تو نہیں' اس لیے تجربوں کو یکجا کرنا محروم سفر قارئین کے لیے طمانیت کا پیغام ہے اور جب سفر عقیدت ہو تو سفر نامہ صرف معلومات کا مجموعہ ہی نہیں رہتا ایمان و یقین کی دنیا کو مہکانے کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔ حرمین کے سفر نامے اس لحاظ سے بہت محترم ہیں کہ ان سے محروم جذبوں کو انشراح کی دولت نصیب ہوتی ہے یہ رموز محبت ہوتے ہیں 'اس لیے قاری کے دل پر دستک دیتے ہیں۔ مسافر اگر صاحب نظر ہے اور محبت آشنا بھی تو سفر نامے کے الفاظ شاہراہ حیات کے سنگ میل بن جاتے ہیں اور اگر راہی ملک حجاز اس وادی کی نزاکتوں سے آگاہ ہے تو جذبے توازن کا دامن نہیں چھوڑتے۔

سفر ناموں کا احصاء اور ان کے مندرجات سے موضوع کی مناسبت سے تجزیاتی استخراج ایک طویل عمل ہے صرف ایک سفر نامے کا مختصر حوالہ اور پھر تحدیات عصر کا تناظر پیش کرتا ہوں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ ایک ایسے مسافر حرمین تھے جن کے دامن میں علم کی دولت بھی تھی اور عرفان کی ثروت بھی۔ آپ کا دور اکبری الحاد سے مسموم

ہو چکا تھا۔ شعائر اسلام کی توہین کی جانے لگی تھی۔ اس کی ایک مثال اکبر کا اپنے دودھ شریک بھائی مرزا عزیز خاں کوکلتاش سے رویہ تھا کہ اس کی داڑھی کا مذاق اڑایا گیا۔ دہلی سے باہر بھیج دیا گیا وہ پریشان ہوا تو کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس پر اکبر نے لکھا اپنے کعبہ دل (مراد بادشاہ اکبر) کی اجازت کے بغیر سنگ و گل کے کعبہ کی زیارت کے لیے جانا عقل کے خلاف بھی ہے اور اسلام کے خلاف بھی (منتخب اللباب' حصہ اول' ص ۲۲۳)۔ اس بگاڑ میں فیضی و ابوالفضل کا کردار بڑا نمایاں ہے۔ اس ملحدانہ روش کو روکنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ نے اثبات النبوۃ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے مدارج النبوۃ لکھیں' حضرت شیخ پر آپ کے والد گرامی کی اس نصیحت کا بہت اثر تھا جو انہوں نے آپ کے تدریسی انہماک پر ارشاد فرمائی کہ "ملائے خشک و ناہموار نباشی"۔ آپ نے علم کے حصول سے فراغت پائی تو علم کو عرفان کی آنچ مہیا کی جس سے معارف اترنے لگے حرمین کو کعبہ سنگ و گل قرار دینے کی جسارت ان کے اندر ہنگامہ بپا کر گئی ۔اکبر کو نائب حق بننے کا شوق فضول گمراہ کر گیا۔ نباض امت کا فرض بنتا تھا کہ اس گمراہی کے آگے بند باندھا جائے۔ علم سے فراغت کے بعد راہ حق کا یہ مسافر مرکز یقین و ایمان کا راہی ہوا۔ ۹۹۵ میں زیارت حرمین کے لیے روانہ ہوئے۔ سال بھر راستہ میں انتظار کی جلن کا شکار رہے' مگر روانہ کیسے ہوئے' سوانح نگار لکھتے ہیں:

دہلی سے ایک جذبہ کی حالت میں بلا سامان سفر گجرات آگئے تھے۔ رمضان المبارک ۹۹۶ء سے کچھ پہلے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے آٹھ ماہ قیام رہا حج کی سعادت پائی۔ ربیع الثانی ۹۹۷ھ کو مدینہ منورہ کے لیے رخت سفر باندھا۔ مدینہ منورہ کا قیام مسجد نبوی اور روضہ اقدس کی حاضری کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کے آثار کے مشاہدہ میں گزرا ایک ایک ذرہ ان کی محبت کا مرکز تھا آثار سے روایات کا تعلق ڈھونڈتے رہے۔ رجب ۹۹۸ھ تک دربار رسالت میں حاضر رہے دوبارہ مکہ مکرمہ آئے۔ شوال ۹۹۹ھ میں عازم برصغیر ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہ عرصہ یوں گزرا ہے کہ احساس ہوتا ہے کہ ایک روز بھی قیام نہیں رہا"

جذب القلوب الیٰ دار المحبوب (ﷺ) ان کے سفر مدینہ کی دل آویز دستاویز ہے

جس میں روایتی انداز سے ہٹ کر لکھانہ 'سفر کی منازل کا ذکر نہ 'رہائش' خوراک اور سفر کی صعوبتوں کا بیان 'یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں اپنے وجود کا زیادہ حوالہ پسند نہیں۔ اسی لیے انہوں نے حکایت دل پذیر کو ذاتی حوالوں سے بوجھل نہیں بنایا' بلکہ اس سفر کے ان اثرات کو سمیٹا ہے جو قاری کو اس سفر رحمت کے آداب اور دیار مبارکہ کے فضائل سے آشنا کرے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جذب القلوب سفر نامہ سے کہیں زیادہ تاریخ مدینہ ہے۔ اس کی تالیف کے بارے میں فرماتے ہیں "اس مسودہ کی ابتداء ۹۹۸ھ مدینہ منورہ ہی میں کی گئی مگر اس کی تبییض ایک ہزار ایک میں دہلی میں مکمل ہوئی"

جذب القلوب مدینہ منورہ کی ایک ایسی تاریخ ہے جس کے تمام مندرجات حضرت شیخ کی مہم جو طبیعت کی دریافت ہیں۔ مستند واقعات' معتبر روایات اور چشم دید حکایات کتاب کے معیار کی خبر دیتی ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ جس بصارت اور مشاہدۂ بصیرت میں ناقابل انقطاع ملاپ ہے' متلاشی علم کی تمام دریافت سیاح محبت کی ارادت میں اس طرح پیوست ہو گئی ہے کہ جہان رنگ و بو میں عقیدت کا چمنستان مہک اٹھا ہے۔ سرزمین حجاز کا ذرہ ذرہ صیاد نظر ہے تو والئی حجاز کی حیات جاوداں کا لمحہ لمحہ جاذب قلب و احساس ہے۔ یہ درحقیقت روداد سفر ہی نہیں' حکایت فکر و نظر بھی ہے یہ آمدورفت کا قصہ نہیں' سفر نصیب کا بیان ہے ہر لفظ محبت آشنا اور ہر روایت عقیدت آشکار ہے' پڑھتے جائیے اور در و دیوار حرم کی بلائیں لیتے جائیے' لفظوں میں ایمان کی بہار ہے تو معانی میں ایقان کی مہکار۔

جذب القلوب کو حضرت شیخ علیہ الرحمتہ نے سترہ ابواب میں تقسیم کیا ہے' اسماء مدینہ' فضائل مدینہ' تاریخ مدینہ' مدینہ منورہ کی مساجد' کنویں' مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیانی راستہ کے کوائف و مشاہدات جنت البقیع کے مقابر کی تفصیل اور حالات کوہ احد کا مستقل تذکرہ' سید عالم ﷺ کی زیارت' گنبد اخضر کی عظمت' مدینہ منورہ میں اقامت کے آداب' ائمہ کے مسالک کا بیان اور راجح مسلک کی تائید پر دلائل واپسی کے آداب اور آخر پر درود کے فضائل' طریقہ اور صیغہ درود' یوں یہ روداد محبت اسماء مدینہ سے شروع ہو کر صلاۃ و سلام پر ختم ہوئی۔ حضرت شیخ علیہ الرحمتہ تاریخی روایت' جغرافیائی معلومات اور فضائل کی

حکایت کے بیان میں اس قدر معلومات فراہم کر دیتے ہیں کہ قاری اس سفر نامہ سے تحقیقی کتاب کی برکات سمیٹتا ہے' جذب القلوب کا ہر حرف قاری کو جذب دروں کی حسنات عطا کرتا ہے' یہ جاذبیت ارض مدینہ سے حکایت مدینہ تک پھیل گئی ہے' کتاب کا ہر لفظ پر تاثیر اور حرف حرف جاذب فکر و نظر ہے۔ قاری آہستہ آہستہ در محبوب کے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور بے خودی کے عالم میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے لگتا ہے در حقیقت جذب القلوب کا نام متن کا خلاصہ ہے اور بلا شبہ اسم بامسمیٰ ہے۔ غور کیجیے تو جذب القلوب ایک سفر ہی نہیں عصر موجود کے اضطراب کا مداوا ذات رسالت مآب ﷺ پر ایمان کا مضبوط استدلال اور عصری الحاد سے پراگندہ ذہنوں کے لیے اطمینان و یقین کا صحیفہ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اکبر کے جلال و جبروت کا نشہ مردان خوش گفتار اور صاحبان فکر و کردار نے یوں اتارا کہ وہ اپنے تمام تر طمطراق کے باوجود تاریخ کے سینے میں ناخوشگوار لمحہ گریزپا کی طرح دفن ہو گیا۔ آج بھی ملت اسلامیہ کو ایسے ہی خطرات درپیش ہیں' عصر حاضر کا انسان معاشی جبر' معاشرتی ناہمواری اور تعلقات باہمی کی بے ثباتی کا نخچیر ہے۔ قبلہ رو ہونا اور حرمین شریفین کو مرکز نگاہ بنانا دشوار کیوں ہوتا جارہا ہے کیا آج کا قلمکار سفر حرمین کو یہ جہت عطا کرے گا؟

اردو زبان میں لکھے جانے والے سفر ناموں کی تاریخ طویل ہے مولانا رفیع الدین مراد آبادی (م ۱۲۲۳ھ) کا سفر نامۂ حجاز اس دعویٰ کے ساتھ ماہنامہ الفرقان لکھنو شوال ۱۳۸۰ھ کی خاص اشاعت میں چھپا کہ یہ ہندوستان کا سب سے پہلا سفر نامہ حجاز ہے۔ مولانا مراد آبادی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے شاگرد تھے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ سے استفسارات کی مضبوط نسبت رکھتے ہیں۔ ۱۲۰۱ھ میں سفر کا آغاز کیا اور ۱۲۰۳ھ میں واپس لوٹے اس طرح دو سال دو ماہ اور دو ہفتے حرمین یا حرمین کے سفر میں گزرے۔ مولانا متعدد کتابوں کے مصنف ہیں سفر نامہ فارسی میں لکھا جس کا مولانا نسیم احمد فریدی امروہی نے ترجمہ کیا۔ مولانا مراد آبادی کو تصوف سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ آپ حضرت شاہ غلام غوث قادری لاہوری علیہ الرحمتہ سے نسبت ارادت رکھتے تھے اور مولانا خیرالدین

محدث سورتی سے سند حدیث حاصل کرنے کا اعزاز بھی پا چکے تھے۔ سفر نامہ میں ہندوستان کے ان تمام مقامات کا تذکرہ کیا جہاں سے وہ گزرے۔ بحری جہاز کی مشکلات کا بیان بھی ہوا اور راستے میں پیش آنے والے واقعات کو درج کیا۔ مشاہدہ قوی ہے اس لیے تاریخی بصیرت' جغرافیائی معلومات حتی کہ سماجی مظاہر کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ اتحاد ملت کا داعیہ قوی ہے' اس لیے حنفی ہونے کے باوجود اتحاد کی صورت گری کے لیے مفید مشورے دیتے ہیں۔ سفر نامہ کی فضا پر عقیدت و محبت کا رنگ نمایاں ہے' اگرچہ مسالک کے اختلافی مسائل اور ان کی وقوع پذیری کا حوالہ بھی دیتے ہیں' مزارات پر حاضری کی خواہش ہر لحہ دامن گیر ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان قوم کے زوال امت کی سیاسی ابتری' حکمرانوں کی بے تدبیری اور غلامی کی آمد آمد نے ان کو دروں بینی پر مائل کر دیا ہے۔ مسافران راہ حق جب راستہ بھولنے لگے تھے تو تصوف کی پناہ کے سوا کوئی چارہ بھی نہ رہا تھا۔ عصری خلفشار کا چیلنج ان کو اس پناہ گاہ کے اشارے دے رہا تھا' اس لیے انہوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر قوم کو عافیت گاہوں سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا زوال امت کی صدی گواہ ہے کہ جب سیاسی ابتری پھیلی تو معاشی گھن بھی آئی اور تدریسی آماجگاہیں بھی شکست و ریخت کا شکار ہوئیں' علما کے گرد حصار تنگ ہوا تو صیانت عقیدہ اور تقویم دین کا فریضہ صوفیا ہی نے انجام دیا۔ مولانا مراد آبادی کا سفر نامہ بعض نادر معلومات کو بھی دامن میں لیے ہوئے ہے' مثلاً امام مالک علیہ الرحمتہ کے ذکر میں ارسال یدین کی نفی' اہل مکہ کے بعض مراسم وغیرہ کا تذکرہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی " کی کتاب جذب القلوب اور مولانا رفیع الدین مراد آبادی کا سفر نامہ حجاز کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ دونوں بزرگ حالات زمانہ کا رخ پہچان رہے تھے قوم کو درپیش مسائل کا ادراک اور ان کا حل ان کے مقاصد کا حصہ تھا' انہوں نے انتباہات کا مرعوب کن انداز تو نہ اپنایا' مگر راہ نمائی کا فریضہ ضرور نبھایا۔ غیر محسوس طریقے سے مرکز کی طرف دعوت اس ماہرانہ طریقے سے دی کہ قاری صاحب۔ تحریر کے ساتھ ساتھ چلنے لگتا ہے' وہ صرف حرف و حکایت کے طلسم کا شکار نہیں ہوتا' بلکہ مراد و مقصد کی طرف لپکتا ہے۔ بظاہر ایک سفر نامہ' مگر در حقیقت ایک پیغام استقامت و نجات۔

بعد کے ادوار میں سفر ناموں کا عام رواج ہوا کہ بسا اوقات تو صرف تقلیدی روش انگشت کرتی رہی۔ حرمین شریفین کی زیارت کا لازمی جزو ٹھہرا کہ تالیف و تصنیف کی کوئی صورت اپنائی جائے۔ اخباری کالموں کی طرح اور دیگر ممالک کے سفر ناموں کی روش پر بھی لکھا گیا۔ ذاتی حوالہ زیادہ نمایاں ہوا اور کبھی سفر کی مشکلات کے تذکروں کو ضرورت سے زیادہ پھیلایا گیا' حکایاتی انداز اور تصوراتی رپورتاژ کے جوہر بھی دکھائے گئے۔ اس طرح سفر نامہ ذاتی ڈائری کے روپ میں' تو کبھی کالم کی ضرورت کے لیے لکھا گیا' عصر موجود اسلام کی مرکزیت کے خلاف نت نئے حربے استعمال کر رہا ہے' مسلمانوں کو باور کرایا جا رہا ہے کہ ان کے نماز و روزہ کے لیے فضا میں کوئی گھٹن نہیں'۔ ہاں ان کو اپنی اپنی مملکت کا شہری بن کر مقامی داعیات کا ساتھ دینا ہو گا۔ عیسائیت کی طرح اپنا اپنا چرچ معتبر رہے گا' اس لیے پاکستان کے شہری کے لیے اپنی حدود و سرحد کا ہی دفاع مناسب ہو گا۔ بھارت میں کیا ہو رہا ہے یا بوسنیا میں کیا قیامت قائم ہے' یہ ان ملکوں کے شہریوں کا مسئلہ ہے' یہ اس لیے کہ دنیا میں موجود کسی مذہب کے پاس مرکزی نشان نہیں' قبلہ رو ہونے کی آفاقیت صرف مسلمان کو حاصل ہے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اور سیاسی و انتظامی مجبوریوں کے باوجود بھی جسد واحد ہے' یہ وحدت حرمین شریفین کے حوالہ سے حسی قوت بنتی ہے' اس لیے اس کا اہتمام ہونا چاہئے۔ سفر ناموں کو اس وحدت کا تحفظ کرنا ہے اور ملی فکر کو یک رنگی عطا کرنا ہے' عصرِ حاضر میں سیاسی وحدتوں کی کثرت نے حرمین کا راستہ ناروا پابندیوں سے ناہموار کر رکھا ہے' کبھی معاشی جبر راہ کاٹتا ہے تو کبھی سیاسی بے کلی راستہ روکتی ہے' حکمران کی پسند و ناپسند پر حج موقوف ہو جاتا ہے اور شہری باہمی اختلافات کے نتیجہ میں دیار اقدس میں جانے سے رکے رہتے ہیں' کبھی روسی استعمار سد راہ ہے تو کبھی اپنوں کی کشمکش اللہ تعالیٰ کے واضح فرمان کے باوجود سفر نصیب کی اجازت نہیں دیتی'۔ زر مبادلہ کے مسائل' کوٹہ سسٹم کی گرفت' قرعہ اندازیوں کی پابندیاں' ان کا حل آج کے سفر ناموں کا موضوع ہونا چاہیے' حرمین شریفین تک رسائی ہر صاحب استطاعت کا حق ہے' اس رسائی کو آسان بنانا ہی اطاعت شعاری ہے۔ مسجد حرام ہر مسلمان کی توجہ کا مرکز اور سجدوں کا قبلہ ہے۔ سجدہ گزاروں اور مسجد کے

درمیان رکاوٹیں بہرحال دور ہونا چاہئیں تاکہ معلوم دنیا کا ہر فرد اس طرف پیش قدمی کر سکے۔

یہ وہ مسائل ہیں جن کا ادراک ہر صاحب ایمان کو ہونا ضروری ہے اور سفرناموں کو ان حوالوں سے عصر حاضر کا چیلنج قبول کرنا چاہئے۔ یقین کر لیجئے اسلامی مملکتوں میں جب تک حرمین شریفین کی مرکزیت کا شعور اجاگر نہ ہوگا۔ وحدت امت کا کوئی خواب بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ مسرت و امتنان کا مقام ہے کہ سفرناموں کی اہمیت تسلیم کی گئی اور ان کو جدید تحدیات کے تناظر میں عصری رہنمائی کی راہ دکھائی گئی تاکہ ادب اسلامی کا یہ شعبہ ذاتی کوائف کے حصار سے نکل کر تعمیر ملت کے لیے فعال کردار انجام دے سکے۔ یہ اعتراف بہرحال ہے کہ عصر حاضر کے بعض سفرنامے اس ضرورت کا احساس لیے ہوئے نہیں اور ملت اسلامیہ کو نئی راہیں دکھا رہے ہیں لیکن اس دوروزہ بین الاقوامی سیمینار کا انعقاد اس لیے ضروری تھا کہ انفرادی کوششوں کو اجتماعی قوت حاصل ہو۔ امید ہے آنے والے مہ و سال اس سیمینار کے اثرات محسوس کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ توفیق ارزانی فرمائے کہ ایسے بامقصد اجتماعات ہوتے رہیں آمین۔